مولانا محمد جعفر پھلواروی

علامہ محمد بن طاہر پٹنی

بھارت کے صوبہ گجرات میں ایک قصبہ ہے پٹن۔ اس کا ایک گاؤں ہے نہروالا۔ یہیں ملک المحدثین محمد بن طاہر جمال الدین ۹۱۴ھ/۱۵۰۸ء میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے حالات معلوم کرنے سے پہلے ان کا خاندانی پس منظر جان لینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

خاندانی پس منظر

اس علاقے میں نیز اوجین، احمد آباد اور سورت میں صدیوں سے ایک قوم آباد ہے جسے "بوہرہ" کہتے ہیں۔ ان کا پیشہ تجارت رہا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے بوہرہ "بیوپار" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ ان میں حاجی بہت ہوتے ہیں۔ اکثر افراد متعدد بار حج کرتے ہیں۔ ان میں دو گروہ ہیں۔ ایک سنی اور دوسرا اسماعیلی۔ دسویں صدی ھ کے آغاز تک ان دونوں میں کوئی فرقی امتیاز نہ تھا اور دونوں باہم مختلط تھے۔ اس وقت پٹن میں شیخ محمد طاہر اور احمد آباد میں سید محمد جعفر اپنے اپنے فرقے کے راہنما عالم تھے۔ سُنی فرقے کو جماعتِ کلاں اور اسماعیلی فرقے کو جماعتِ خُرد کہا جاتا تھا۔

اسماعیلی فرقہ جناب جعفر صادق کے بعد ان کے فرزند اسماعیل کو امام مانتا ہے اور اثنا عشری فرقہ موسیٰ کاظم بن جعفر صادق کو۔ اسماعیلی امام حاضر کے قائل ہیں جو نسلاً بعد نسل ہر دَور میں ہوتا ہے اور آج تک یہ امامت جاری ہے۔ لیکن اثنا عشری فرقے کے عقیدے میں اسماعیل بن جعفر صادق امام نہیں ہیں بلکہ وہ موسیٰ کاظم کی نسل میں امامت کو جاری رکھتے ہیں جو بارھویں امام پر ختم ہوتی ہے۔ یہ بارھویں امام پیدا ہو کر غائب ہو گئے جو ان کے عقیدے میں کبھی ظہور فرمائیں گے۔

بوہروں کی دوسری جماعت سنیوں کی ہے جو جماعتِ کلاں کہلاتی ہے۔ دسویں صدی ہجری تک یہ گجرات و احمد آباد میں بکثرت موجود تھے اور سورت کی بندرگاہ سے حرمین شریفین تک ان کا سفر ہوتا تھا جہاں ان کی تجارت کا سلسلہ قائم تھا۔ ایک عام روایت ہے کہ شیخ محمد بن طاہر کے زمانے میں ایک مسافر درویش آیا جس کے ساتھ لوگوں نے کچھ نامناسب سلوک کیا۔ اس نے بددعا دی

کہ خدا اس قوم کو بھی کسی روز سفر میں لے جائے۔ یہ خبر شیخ محمد طاہر کو ملی تو انھوں نے اندازہ کرلیا کہ درویش مسافر کی دعا ضرور قبول ہوگی۔ بس شیخ نے اسی وقت دعا کی کہ خداوندا! ان لوگوں کو کسی روز سفرِ حج میں لے جا۔ چنانچہ اسی دن سے اس پوری قوم میں حج کا بکثرت رواج ہوگیا۔ یہاں تک کہ جب بچہ پیدا ہوتا تو جہاں اس کی تقریب خوشی یا ختنہ یا شادی کی فکر کرتے وہیں اس کے سفرِ حرمین کی بھی فکر شروع کردیتے۔ پھر بارہ تیرہ سال کی عمر میں اسے سفرِ حرمین پر روانہ کردیتے۔ وہ نوجوان اپنی بوہرہ قوم کے کسی فرد کے پاس نوکری کرلیتا اور معمولی نوکر کی طرح تمام خدمات انجام دیتا۔ اس دوران میں اسے عربی زبان بھی آجاتی اور کاروبار کا سلیقہ بھی آجاتا۔ اگر وہ غریب گھرانے کا ہوتا تو خدمت لینے والا اس میں عقلی پختگی محسوس کرنے کے بعد خادم کو کچھ مال بطور قرض دیتا جس سے وہ اپنا کام شروع کردیتا۔ چند سال کے بعد وہ اصل رقم واپس کردیتا اور منافع کی رقم سے اپنا کاروبار کرنے لگتا۔ اور اگر یہ خوش حال گھرانے سے تعلق رکھتا تو حرمین جاتے وقت ہی اس کا باپ اپنی حیثیت کے مطابق ایک معقول رقم اس کے ساتھ کردیتا جو یہ اپنے مخدوم (جس کے پاس یہ قیام کرکے نوکری کرتا) کے حوالے کردیتا۔ اس سے وہ مخدوم تجارت کرتا اور منافع میں سے ایک تہائی اس کا حق ہوتا اور دو تہائی اس خادم کا۔ یہ ایک تہائی دراصل اس خدمت کا صلہ ہوتا جو وہ اس نوجوان خادم کی کاروباری تربیت کی راہ میں کرتا۔ یہ خادم و مخدوم اس وقت تک خادم و مخدوم رہتے جب تک خادم کے پاس کافی سرمایہ جمع نہ ہوجاتا۔ دس، بیس برس یا اس سے بھی زیادہ عرصے کے بعد جب سرمایہ کافی ہوجاتا تو یہ اپنے وطن واپس آکر شادی کرتا۔ پھر اس کی مرضی کہ ہندوستان میں رہے یا عربستان میں جا بسے۔

اس مختصر سی تمہید سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ اس قوم میں بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جنھوں نے حج نہ کیا ہو اور عربی نہ جانتے ہوں۔

ان کے ہاں ایک اور رواج بھی ہے جس نے ان کے امدادِ باہمی کے جذبے کو ترقی دی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر ہفتے عشرے یا کچھ معینہ مدت کے بعد ساری برادری کے لوگ ایک جگہ جمع ہوجاتے۔ خواہ شہر کے مہمان خانے (جماعت خانے) میں ہوں یا کسی باغ میں یا کسی بزرگ کے مزار کے قریب۔ پھر یہاں عمدہ کھانے سب لوگ مل کر کھاتے۔ اس کے تمام اخراجات کو شرکا پر برابر برابر تقسیم کردیا

جاتا - خوشی کے دوسرے مواقع پر بھی اس طرح کے اجتماعات کا رواج ہے۔

اس کے علاوہ بھی ان کے کچھ اور رواج ہیں جو بڑے مفید ہیں اور باہمی الفت و محبت کے رشتے کو استوار رکھتے ہیں۔ اس قسم کے رواج سنی بوہروں کے علاوہ اسماعیلی بوہروں میں بھی موجود ہیں۔ مگر ان کے اپنے عقائد و رسوم کے ساتھ یہ فرقہ جماعتِ خرد کہلاتا ہے۔

اساتذہ

شیخ محمد بن طاہر پٹنی کا تعلق بوہرہ قوم کی جماعتِ کلاں سے ہے جو سنّی ہوتے ہیں۔ یہ شروع ہی سے حصولِ علم کی تڑپ رکھتے تھے۔ اپنے دور کے جیّد علما و فضلا سے علم حاصل کیا۔ ان میں سے چند کے نام یہ ہیں: استاذ زمان ملّا مہتہ۔ مولانا شیخ ناگوری۔ شیخ برہان الدین سمہودی۔ مولانا یداللہ سوہی وغیرہ۔ علم کی پیاس جلدی نہیں بجھتی اس لیے سفرِ حرمین پر روانہ ہوگئے۔ لیکن جس انداز سے دوسرے سنی بوہرے جاتے ہیں اس انداز سے نہ گئے۔ کاروباری تربیت حاصل کرنا ان کا مقصد نہ تھا بلکہ حرمین کے علما و شیوخ سے علم حاصل کرنا مقصود تھا۔ شیخ ابوعبیداللہ زبیدی، سید عبداللہ صفی۔ شیخ عبیداللہ حضرمی، شیخ جاراللہ مکّی، شیخ ابن حجر ہیثمی، شیخ علی مدنی، شیخ برخوردار سندھی، شیخ ابوالحسن بکری مکّی، مفتی قطب الدین نہروالی وغیرہ جیسے فضلا کی صحبت میں رہ کر علوم حاصل کیے۔ نیز شیخ اجل علی بن حسام الدین متقی سے روحانی و علمی فیوض حاصل کیے اور ان کے مرید و خلیفہ ہو گئے۔ ان کی خدمت میں ۹۴۴ھ سے ۹۵۰ھ تک درسِ حدیث لیتے رہے۔

اس کے بعد اپنے وطن واپس آکر ترویجِ علوم، تبلیغ دین اور تصنیف و تالیف میں سرگرمی سے حصہ لینے لگے۔ شیخ علی متقی کی وصیت کے مطابق اپنے لیے اور اپنی تصانیف کی نقل کے لیے روشنائی اپنے ہاتھوں سے تیار کرتے تھے۔ بعض اوقات تو درس و تدریس کے وقت بھی سیاہی گھونٹتے رہتے تھے تاکہ درس کے وقت صرف زبان ہی نہیں بلکہ ہاتھ بھی مشغولِ عبادت رہیں۔

شہادت

بوہرہ قوم میں کچھ لوگوں نے مہدویت اختیار کر لی تھی یعنی وہ سیّد محمد جون پوری کو امام ماننے لگے تھے۔ شیخ محمد بن طاہر کو یہ بات اتنی ناگوار گزری کہ انھوں نے اس کا قلع قمع کرنے کی ٹھان لی اور قسم کھائی کہ بوہرہ قوم کی پیشانی سے جب تک اس داغ کو نہ مٹائیں گے تب تک اپنے سر پر دستار نہ رکھیں گے

اسی دوران ۹۸۰ھ میں جب اکبر بادشاہ نے گجرات کو فتح کیا تو پٹن میں شیخ محمد بن طاہر سے ملاقات ہوئی۔ اس وقت تک اکبر نے دین الٰہی کی بے دینی نہیں شروع کی تھی، اس لیے علما کی بڑی قدر کرتا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ سے شیخ محمد بن طاہر کے سر پر دستار باندھی اور وعدہ کیا کہ آپ کی مرضی کے مطابق ہماری حکومت دین متین کی نصرت کرے گی۔ اکبر نے خانِ اعظم مرزا عزیز کوکہ کو گجرات کا حاکم بنایا جس نے مقدور بھر گجرات میں بہت سی بدعتوں کو ختم کر دیا۔ لیکن تھوڑے ہی عرصے کے بعد گجرات کا حاکم عبدالرحیم خاں خاناں کو بنایا گیا۔ مہدوی فرقے نے خان خاناں کی حمایت حاصل کر لی۔ یہ دیکھ کر شیخ محمد بن طاہر نے پھر اپنی دستار سر سے اُتار دی اور ارادہ کر لیا کہ آگرہ جا کر اکبر بادشاہ کو سارا ماجرا سنا کے اس فتنے کا تدارک کرایا جائے۔ شیخ وجیہ الدین علوی نے اشاروں اشاروں میں انھیں اس ارادے سے روکا اور تصوف کی زبان میں یوں سمجھایا کہ: عالم صفاتِ الٰہی کا مظہر ہے۔ کبھی صفتِ جمالی کا ظہور ہوتا ہے اور کبھی صفتِ جلالی کا۔ پس خدا کی ہر صفت کے آثار کا تحفظ صراطِ مستقیم ہی میں داخل ہے لیکن شیخ محمد بن طاہر پر یہ جذبہ اتنا غالب تھا کہ شیخ وجیہ الدین کی کوئی نصیحت کارگر نہ ہوئی اور رختِ سفر باندھ کر آگرہ روانہ ہو گئے۔ ان کے مخالفوں نے خفیہ اسکیم بنالی تھی۔ ابھی وہ اوجین اور سارنگپور کے درمیان ہی تھے کہ ان کے دشمنوں نے انھیں شہید کر دیا۔ یہ ۹۸۶ھ کا واقعہ ہے۔ ان کی لاش مالوہ سے پٹن لائی گئی اور ان کے خاندانی قبرستان میں سپردِ خاک کر دی گئی۔[1]

درویشانہ مسلک

حاجی رفیع الدین خاں مرادآبادی نے "حالات الحرمین" ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ اس میں وہ شیخ محمد بن طاہر کے متعلق ایک واقعہ یوں لکھتے ہیں کہ: اکبر بادشاہ جب ان سے ملنے پٹن میں آیا تو کہا: کوئی خدمت ہو تو فرمایئے۔ شیخ نے کہا کہ: میری ایک آرزو یہ ہے کہ اگر آپ کے پاس یا آپ کی اولاد میں کسی کے پاس میری کوئی اولاد آئے تو داخل نہ ہونے دیجیے گا بلکہ بھگا دیجیے گا۔ پھر ذرا توقف کے بعد بولے کہ: میرے اس کہنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ میری اولاد آپ کے

---

[1] مآثر الکرام تاریخ بلگرام از غلام علی آزاد۔

پاس آئے گی اور آپ لوگ اسے ہاتھوں ہاتھ لے لیں گے۔ آخر اکبر کی تیسری پشت میں بعد اورنگ زیب عالمگیرؒ شیخ طاہر کے خاندان کا ایک فرد آہی گیا اور شیخ الاسلام کے لقب سے سرفراز کیا گیا۔

یہ ایک چھوٹا سا واقعہ ہے لیکن ہم اس سے جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ یہ ہے کہ شیخ محمد بن طاہر محض ایک جلیل القدر عالم و محدث ہی نہ تھے، وہ شیخ علی متقی کی ارادت کی وجہ سے ایک بلند پایہ درویش بھی تھے۔ درویش عموماً فرماں رواؤں کی صحبت سے گریز کرتے رہے ہیں۔ دربارداری سے کوسوں دور بھاگتے رہے ہیں۔ شیخ محمد بن طاہر اس سے نہ فقط خود دور رہے بلکہ انھیں یہ بھی گوارا نہ تھا کہ ان کی اولاد میں کوئی بھی اپنا علمی یا درویشانہ مسلک چھوڑ کر دربارداری کرے۔ معلوم ایسا ہوتا ہے کہ شیخ محمد بن طاہر کی کشفی بصیرت بڑی تیز تھی اور انھیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی یہ علم ہو گیا کہ ان کی اولاد میں ایک فرد سلطنتِ مغلیہ کا معزز رکن بن کر رہے گا۔

میر غلام علی آزاد نے شیخ محمد بن طاہر کی ایک اور اولاد کا ذکر کیا ہے جن کا نام شیخ عبدالقادر بن شیخ ابوبکر ہے۔ یہ مکہ مکرمہ کے مفتی تھے۔ علم و فضل اور فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار تھے اور علم فقہ میں ان کا جواب نہ تھا۔ چار جلدوں میں ان کا مجموعہ فتاویٰ بھی ہے۔ ۱۱۳۸ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ شیخ عبداللہ طرفہ انصاری مکی شافعی کے شاگرد تھے۔ استاذ نے اپنے اس عظیم المرتبت شاگرد کی مدح میں قصیدہ بھی کہا ہے جس میں ان کو صدیقی لکھا ہے۔ خود شیخ محمد بن طاہر نے بھی اپنی مجمع بحار الانوار میں اپنے آپ کو صدیقی لکھا ہے۔ دراصل ماں کی طرف سے صدیقی تھے۔ لیکن وہ نسباً صدیقی نہ تھے کیونکہ بوہرہ قوم کا صدیق اکبر سے کوئی نسبی تعلق نہیں۔ نواب سید صدیق حسن خاں صاحب نے اس کی معقول توجیہہ کی ہے۔ لکھتے ہیں کہ:

بعضے گویند کہ ایں از جہت اعتقاد بود کہ چوں شیعہ خود را حیدری میگویند او خود را صدیقی خواند۔[۲]

یعنی بعضوں کا خیال ہے کہ یہ بوجہ اعتقاد کے ہے۔ جس طرح شیعہ اپنے آپ کو حیدری کہتے ہیں (حالانکہ اس کا نسب سے کوئی تعلق نہیں) اسی طرح خود شیخ محمد بن طاہر بھی اپنے آپ کو صدیقی کہتے تھے۔

قادری، چشتی، سہروردی، نقشبندی، نظامی، صابری وغیرہ کی نسبتیں بھی روحانی و ذوقی نسبتیں

۲۔ اتحاف النبلاء، ص ۳۲۸۔

ہیں نہ کہ نسبی۔ نسبت صرف نسل اور وطن وغیرہ ہی کی نہیں ہوتی، عقیدت و مشرب کی بھی ہوتی ہے۔

تصانیف

۱۔ شیخ محمد بن طاہر پٹنی کی سب سے بڑی علمی یادگار مجمع بحار الانوار ہے۔ یہ قرآن و حدیث کا جامع و مستند لغت ہے۔ سب سے پہلے ابو علبید احمد بن محمد ہروی متوفی ۴۰۱ھ نے غریب الحدیث لکھی جس میں حدیث کے الفاظ غریبہ کی تشریح کی۔ اس کے بعد ابو موسیٰ اصیہانی نے غریب الحدیث لکھی جس میں احادیث کے الفاظ غریبہ کی تشریح ہے۔ پھر مبارک بن الکرام محمد معروف بابن الاثیر الجزری متوفی ۶۶۱ھ نے نہایہ لکھی جو الفاظ احادیث کا جامع لغت ہے۔ آخر میں شیخ محمد بن طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار لکھی جو پچھلی تمام کتابوں کی جامع بھی ہے اور بہت سی دیگر معلومات پر بھی مشتمل ہے۔

سب سے پہلے ہجائی ترتیب سے حل لغات ہے۔ قرآن اور صحاح ستہ نیز مشکوٰۃ کے تمام الفاظ کا یہ جامع لغت ہے۔ پھر کتابت حدیث کے آداب بتائے ہیں۔ پھر سنہ وار آنحضورؐ کی سیرت ہے جس میں غزوات اور قبائل کے قبول اسلام وغیرہ کا ذکر ہے۔ پھر ایک پورا باب ان احادیث کے ذکر میں ہے جو عام لوگوں کی زبان پر جاری ہیں لیکن وہ احادیث نبویؐ بالکل نہیں جو بغایت ضعیف یا موضوع ہیں۔ "المعارف" کے کسی پچھلے شمارے میں ہم نے "مشہور عام احادیث" کے عنوان سے ایسی بہت سی احادیث کا ذکر کیا ہے جو شیخ محمد بن طاہر نے اپنی مجمع بحار الانوار میں نقل کی ہیں۔ یہ کتاب نولکشور پریس لکھنؤ نے ۱۲۸۳ھ میں شائع کی تھی۔ ضرورت ہے کہ اسے از سر نو شائع کرایا جائے کیونکہ یہ کمیاب ہونے کے علاوہ پرانے طرز کی لکھی ہوئی ہے اور کاغذ بھی کچھ زیادہ اچھا نہیں۔ کتابت و طباعت بھی بہت دیدہ زیب نہیں۔ اس کتاب کا پورا نام ہے مجمع بحار الانوار فی لطائف التنزیل وغرائب الاخبار۔ یہ سات سال میں مکمل ہوئی تھی۔

اس کتاب کے مقدمے میں شیخ محمد بن طاہر نے اپنے شیخ علی متقی کو جن مہتم بالشان الفاظ سے یاد کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان سے غایت درجے کی عقیدت رکھتے تھے بلکہ انھیں آخرت میں اپنے لیے ذریعۂ نجات سمجھتے تھے۔ انھیں قطب الاوان، غوث الزمان اور صفوۃ الرحمان کے الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور مربی الانام اور مرشد الکرام لکھتے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے شیخ

محمد بن طاہر کے اندر جو روحانی تزکیہ اور فقر و درویشی پیدا ہوئی وہ شیخ علی متقی ہی کا فیض تھا۔ شیخ علی متقی کی وفات ۹۷۵ھ میں ہوئی۔

دوسری کتابیں یہ ہیں: تذکرۃ الموضوعات۔ المغنی فی ضبط الرجال۔ قانون الموضوعات و الضعفاء۔ اسماء الرجال۔ لطائف الاخبار۔ کفایۃ المفرطین اور شرح الشافیہ۔

ان کی تھوڑی تھوڑی تشریح سن لیجیے۔

۱۔ تذکرۃ الموضوعات: اس میں تمام موضوع اور ضعیف احادیث کا ذکر کیا ہے۔ دو سو چھبیس ۲۲۶ ابواب ہیں۔ کتاب التوحید سے آغاز کیا ہے اور باب ساعات رحمتہ و شفاعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم کیا ہے۔ احادیث کو مضمون وار درج کیا ہے اور ان تمام کتابوں سے استفادہ کیا ہے جو اس سے پہلے اس موضوع پر لکھی گئیں ہیں مثلاً سیوطی کی اللآلی المصنوعۃ کتاب المفاصل اور کتاب الوجیز۔ سخاوی کی المقاصد الحسنہ۔ فیروز آبادی کی مختصر کتاب المغنی العراقی، صغانی کی الموضوعات وغیرہ۔ محمد بن طاہر نے اپنی اس کتاب میں درج کردہ ہر حدیث کا ماخذ بھی بتا دیا ہے اور صاحب ماخذ نے اس حدیث کے بارے میں اپنا جو فیصلہ دیا ہے (مثلاً یہ باطل ہے یا اس کی کوئی اصل نہیں یا یہ موضوع ہے) اسے بھی لکھ دیا ہے۔ اگر اس کے کسی راوی کے بارے میں خود صاحب ماخذ نے ضعیف یا کذاب یا وضاع لکھا ہے یا دوسرے ائمہ جرح و تعدیل نے کچھ لکھا ہے تو اسے بھی لکھ دیا ہے کہ مثلاً احمد بن حنبل یا بخاری یا نسائی یا دارقطنی یا ابن حبان یا ابن الجوزی یا صغانی یا ذہبی یا عراقی یا ابن حجر ہیثمی یا خود ان کے شیخ علی متقی اس راوی کے بارے میں یوں کہتے ہیں۔ یہ کتاب محمد بن طاہر پٹنی نے ذی قعدہ ۹۵۸ھ میں مکمل کی تھی اور سب سے پہلے ۱۳۴۳ھ میں مصر سے طبع ہو کر شائع ہوئی تھی اور اسی کے ساتھ ان کی دوسری کتاب قانون الموضوعات والضعفاء بھی شائع ہوئی تھی۔

۲۔ قانون الموضوعات والضعفاء: یہ کتاب دراصل ان کی تذکرۃ الموضوعات کا تکملہ ہے۔ اس میں ہجائی ترتیب سے تمام ضعیف یا کذاب راویوں کو یکجا کر دیا ہے۔ ان راویوں کے حالات تو درج نہیں کیے ہیں جیسا کہ میزان الاعتدال یا لسان المیزان میں کیا گیا ہے بلکہ نقادانِ فن یا اربابِ جرح و تعدیل کی رائے لکھ دینے پر اکتفا کیا ہے۔

۴۔ اسماء الرجال ۔ اس میں راویانِ حدیث کے حالات درج ہیں۔ یہ تین فصلوں پر مشتمل ہے اور ہر فصل میں مختلف انواع ہیں۔ فصل اوّل میں آنحضورؐ کی مختصر سیرتِ مبارکہ ہے۔ دوسری فصل میں چند دوسرے انبیا کا ذکر ہے اور تیسری فصل دو نوع پر مشتمل ہے۔ پہلی نوع میں عشرہ مبشرہ کے سوانح ہیں اور دوسری نوع میں جو دراصل کتاب کا سب سے ضخیم حصہ ہے، صحابہ اور صحابیات، پھر تابعین اور دوسرے رواتِ حدیث کا ذکر ہے اور یہ سب کچھ ہجائی ترتیب سے ہے۔

۵۔ المغنی فی ضبط الرجال ۔ یہ طاہر پٹنی کی پہلی تصنیف ہے جو ذی قعدہ ۹۵۲ھ میں مکہ مکرمہ سے واپس وطن آکر لکھی تھی۔ یہ کتاب دہلی میں دو بار (۱۲۹۶ھ اور ۱۳۰۸ھ) ابن حجر کی تقریب التہذیب کے حاشیے پر شائع ہوئی ہے۔ یہ نہایت جامع و مانع کتاب ہے۔ ہجائی ترتیب سے تمام رواتِ حدیث کے نام مع اسمائے آبا و اجداد، پھر ان کی کنیتیں اور مشہور القاب بھی درج کر دیے ہیں۔ مختصر حالاتِ زندگی بھی لکھ دیے ہیں۔ سب سے بڑا کام یہ کیا ہے کہ ناموں کے صحیح تلفظ درج کر دیے ہیں۔ بعض نام اتنے مشتبہ ہوتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگ بھی ان کے تلفظ میں غلطی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ایک سَلاَم ہے اور دوسرا سَلاّم۔ اسی طرح انتساب میں ایک اُموی ہے اور دوسرا اَموی۔ یوں ہی ایک مقام ہے بُصریٰ اور دوسرا بصرہ۔ فاضل پٹنی نے ہر جگہ صحیح تلفظ بتا دیا ہے اور مزید کام یہ کیا ہے کہ ہر راوی کے متعلق یہ بھی بتا دیا ہے کہ یہ کس طبقۂ روات سے تعلق رکھتا ہے۔ آخر میں فاضل مؤلف نے مختصر سیرتِ نبویؐ اور سوانح خلفائے راشدین اور اہلِ سنت کے چاروں ائمۂ فقہ کے حالاتِ زندگی بھی لکھ دیے ہیں۔

۶۔ لطائف الاخبار، ۷۔ کفایۃ المفرطین، ۸۔ شرح الشافیہ

یہ تین کتابیں یا ان کے بارے میں ضروری تفصیلات مجھے ابھی نہیں ملی ہیں۔ اس لیے اسے ہم کسی آئندہ صحبت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔

مزید تحقیق کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں بھی دیکھیے :

شذرات الذہب (ابن العماد) کشف الظنون (حاجی خلیفہ)۔ ایضاح المکنون (خطیب بغدادی) سبحۃ المرجان (آزاد بلگرامی)۔ الاعلام (زرکلی) ہدیۃ العارفین (خطیب بغدادی) اتحاف النبلاء (نواب صدیق حسن خاں)